ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

بانی
شیخ التفسیر
مولانا احمد علی لاہوری
قدس اللہ سرہ العزیز

نعت



شاید وہ بُلا بھیجیں

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں!

ہر لحظہ تشفّی ہے، ہر آن تسلّی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی، ہر دم ہیں مداراتیں

کوثر کے تقاضے ہیں، تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے، ہر روز یہی باتیں

معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں

بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

نذرانۂ عقیدت: حضرت مولانا محمد علی جوہر رح

دو روپے

درس حدیث

حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہؓ سے نقل ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت سے نکاح چار خوبیوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے یعنی اس کے مال، اس کی ذات، اس کے حسن اور اس کے دین کی وجہ سے۔ تو دین والی کے ساتھ کامیابی حاصل کر۔ تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔

ربط: اس سے پہلے دو حدیثوں میں نکاح کی ضرورت اور اہمیت کو بیان فرمایا اور پاک باز اور شریف معاشرے کے لئے اسے بہت ہی اہم قرار دیا۔ اس حدیث میں بھی اس اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی نوعیت کو بھی بیان فرمایا ہے کہ کس قسم کی عورت سے نکاح کیا جائے۔

تشریح: اس حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پہلے اپنے دور کے عام لوگوں کا رواج بیان فرمایا جو وہ شادی کے سلسلہ میں کیا کرتے یا اپنایا کرتے تھے۔ سب سے پہلی رسم رسمِ جہیز تھی کہ جہاں سے زیادہ سامانِ جہیز ملنے کا یقین ہوتا تھا وہیں نکاح کیا کرتے اور جہاں سے یہ توقع نہیں ہوتی وہاں نکاح نہیں کیا کرتے تھے۔ نمبر ۲۔ ذات پات اور قومیت کو بھی بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ یعنی جہیز کے ساتھ ساتھ قومیت کو بایں طور ملحوظ رکھتے تھے کہ لڑکی امیر ہو اور اونچی برادری کی بھی ہوتی تب نکاح کیا کرتے تھے اور تیسرے نمبر پر حسن اور چوتھے نمبر پر دین کا خیال کیا کرتے تھے جو دین وہ رکھتے تھے۔ غرضیکہ ان چار صفات کی حامل لڑکیوں سے شادی کی جاتی تھی ورنہ نہیں اور وہ بے چاری جو ان صفات کی حامل نہیں ہوتی تھی ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا تھا۔ اور ایسی لڑکیوں کے والدین کے لئے دو ہی راستے تھے یا تو پیدائش کے وقت ہی انہیں زندہ گاڑ دیں یا جوان ہونے کے بعد انہیں بدکاری کے اڈے پر بٹھائیں۔ چنانچہ وہ بامر مجبوری ایسا کیا کرتے تھے۔ اس اثنا میں اللہ رب العزت نے ان مظلوموں کی طرف نظرِ کرم فرمائی اور اپنے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا، تو آپؐ نے آکر جس طرح باقی غلط قسم کی رسومات کو مٹایا وہاں اس رسمِ بد کو بھی مٹایا۔ یہی وجہ تھی کہ غرباء، مساکین اور کمتر قوم کے لوگوں نے سب سے پہلے اس دینِ اسلام کو اپنایا اور آپؐ نے شادی کا معیار صرف دین کو قرار دیا۔ یعنی لڑکی کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، امیر یا اونچی برادری کیوں نہ ہو اگر اس کے پاس دولت ایمان نہیں تو اس کے ساتھ نکاح نہ کرو اور

(باقی ۲۳ پر)

نقطۂ نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

جلد ۳۱ ★ شمارہ ۱۵

بیاد
جانشین شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ حضرت
مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ

رئیس الادارہ
حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ العالی

مجلس ادارت
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی: ۲/- روپے
چندہ سالانہ
سالانہ ۸۰/- روپے
ششماہی ۴۵/- روپے

۹ صفر ۱۴۰۶ھ

اصغر خاں اور اسلامی نظام

وطن پاک کا المیہ یہ ہے کہ اکثر قومی رہنما اور سیاست دان پاکستان کے اساسی نظریہ اسلامی نظامِ حیات کی تعلیمات سے یکسر کورے ہیں وہ محض لوگوں کو خوش رکھنے اور اسلامیان وطن کی نظروں میں دھول ڈالنے کے لئے اسلام کا نام لیتے رہتے ہیں۔ اس لئے جب کبھی وہ دین کے بارے میں اپنے خیالات فاسدہ کا اظہار کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی تازہ مردہ رات کی تاریکی میں قبر سے نکل کر بغیر کفن کے بھاگ کھڑا ہوا ہو، جیسے یہ انہونی بات ہے۔ اسی طرح لوگوں کو اس بات پر یقین نہیں آتا کہ خود کو مسلمان کہلانے والا پاکستانی سیاست دان اسلام کو ناقابلِ عمل اور پاکستان کی بقاء کو اسلام سے الگ متصوّر کر سکتا ہے ——

ائر مارشل اصغر خاں اگرچہ تحریک استقلال کے بانی اور قائد ہیں مگر ان کے نظریہ اور فکر میں استقلال قطعاً نہیں ہمیشہ اضمحلال اور انتشار ہی رہا ہے۔ گذشتہ دنوں انہوں نے میانوالی وغیرہ میں کہا ہے کہ ان کی جماعت سیکولرازم پر یقین رکھتی ہے اور اسلام لوگوں کا ذاتی مذہب ہے اس کا ملک کے اجتماعی امور یا نظام حکومت سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا سیکولرازم سے ہماری مراد یہ ہے کہ ملکی معاملات میں دینی حضرات کا عمل دخل نہیں ہونا چاہیئے اور مذہب میں حکومت کی مداخلت نہیں ہونی چاہیئے۔

ناشر: میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

جناب اصغر خان ان سیاستدانوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ۱۹۷۷ء میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے زیر قیادت تحریک نظام مصطفیٰ کا پرچم بلند کیا تھا اور قرآن ہاتھ میں اٹھا کر وعدے کئے تھے کہ ملک میں نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ تک وہ ایک ہیں، ان کی جدوجہد جاری رہے گی۔ مگر اصغر خان اسلام کی خاطر لڑنے کے بجائے اسمبلیوں کی زیادہ سیٹیں لینے کے لئے مولانا مفتی محمود مرحوم سے لڑتے رہے اور بالآخر ان کی ہوائی سیاست کا طیارہ قومی اتحاد کو چھوڑ کر گروہی اور ذاتی سیاست کے رن وے پر جا اترا اور وہ ابھی تک بڑی مستقل مزاجی سے وہیں اس کی دیکھ بھال جاری رکھے ہوئے ہیں جب کہ گذشتہ دنوں ملک کے اندر اور باہر ان کی ایک کتاب جو لال ہے نہ پیلی کی رونمائی کے لئے جو تقریبات منعقد ہوئیں اخباری اطلاعات کے مطابق ان میں قادیانی بھی شریک ہوئے حتیٰ کہ بیرون ملک سے آنے والی اطلاعات کے مطابق اسرائیلی ریڈیو نے بھی ان تقریبات کی خبریں نشر کیں۔ ان کے ہم فکر بعض سیاستدانوں کے خیال میں اب اصغر خان سیاست میں پختہ کار ہو گئے ہیں لیکن ہمارے نزدیک ان کا فکر اور ان کی سیاست اب مکمل طور پر غیروں کی ترجمان بن گئی ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ ایسے سیاستدانوں اور حکمرانوں کو ہدایت عطا فرمائے اگر یہ لوگ ہدایت کے مستحق نہیں رہے تو ان کے فسادِ فکر اور شر سے قوم و ملت کو بچائے رکھے۔ آمین!

محمد عثمان نوری

بلوچستان کا ذکری مذہب

دنیا میں دین ہی ایسی چیز ہے جس کے لیے ہر انسان اپنی جُملہ خواہشات قربان کردیتا ہے اور اس کے تحفّظ کے لیے جدّوجہد کرتا رہتا ہے۔ مذہب کی تبدیلی بہت کم دیکھنے میں آتی ہے مگر ہندو پاک میں ایک عجیب سلسلہ ہے کہ لوگ دین کے نام بددینی قبول کرلیتے ہیں اور ایک حقیقی دین کے مقابل باطل اور لغو مذہب جس میں نہ تو کشش ہوتی ہے اور نہ ہی اصول وضابطہ، اخلاق عبادات کا ذکر ہی ہوتا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ایک پُراسرار اور عجیب وغریب سلسلہ بلوچستان کے علاقے مکران میں تربت کے مقام پر کوہ مراد نامی پہاڑ پر نام نہاد حج کرنے والی قوم اور ایک نام نہاد مہدی نور محمد اٹکی کو رسول اور ایک مجہول اور بے ربط کتاب کو قرآن کریم کے قائم مقام الفرقان نامی کتاب کو آسمانی کتاب قرار دیتی ہے۔ یہاں تک کہ کلمہ بھی بالکل علیحدہ اور خودساختہ ہے، عبادات بے ہودہ طریقے پر انجام دیتے ہیں اور نکاح کرنے کا طریقہ بھی حیا سوز ہے۔ راقم کو ان کے بعض مذہبی پیشواؤں سے ملاقات

> **یہ لوگ کافی حد تک سکھوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور قربانی کا طریقہ جھٹکا اور نمازِ عید سے قبل کرنے کا ہے۔**

کرکے تعجّب ہُوا کہ وہ ان باتوں پر کوئی شرمندگی کا اظہار نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ بلوچستان کے علاوہ یہ لوگ کراچی۔ ملیر، لیاری، نواب شاہ، ٹنڈو آدم اور سندھ کے دیہاتوں میں بھی آباد ہیں۔ یہ لوگ کافی حد تک سکھوں سے

(باقی ۲۱ پر)



جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات (صدق اللہ العظیم)

حضرات محترم! شہداءِ اسلام کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ یہی ہے کہ ان کو مردہ نہ کہو۔ کیونکہ وہ حیاتِ ابدی رکھتے ہیں۔ لیکن تمہیں اس حیات کی کیفیت معلوم نہیں۔

حضرات سامعین! حیات کی تین قسمیں ہوتی ہیں:-

۱-حیاتِ دنیاوی حیاتِ دنیاوی کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ جس میں انسان ایک محدود مدت تک زندگی گذارتا ہے۔ اختتام پہ موت آتی ہے اور وہ اس زندگی سے ریٹائر ہو جاتا ہے۔

۲-حیات برزخی موت کے بعد اور قیامت سے پہلے والی زندگی یعنی قبر والی زندگی کو حیات برزخی کہتے ہیں۔

۳-حیاتِ اُخروی قیامت قائم ہونے کے بعد ابدالآباد تک باقی رہنے والی زندگی کو حیاتِ اُخروی کہتے ہیں۔

آج کی گذارشات حیات برزخی یعنی قبر والی زندگی کے متعلق ہیں۔

حیات برزخی اور حیات اخروی میں سرخروئی حیات دنیاوی میں اچھے اعمال کی وجہ سے حاصل ہوتی [illegible] جس شخص نے دنیاوی زندگی کو آخرت کی کھیتی سمجھا اور آخرت میں پھل کاٹنے کے لئے دنیاوی زندگی میں اچھے پودے لگائے وہی کامیاب ہے۔

حیات برزخی کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے القبر روضة من ریاض الجنة اوحفرة من حفر النیران۔ یعنی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا جس شخص نے اپنی زندگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن تبلیغ کو آگے بڑھانے کے لئے صَرف کی۔ ماموراتِ خداوندی پر عمل پیہم اور منہیات الہیٰ سے اجتناب کلی برتا، من چاہی زندگی کو ترک کر کے رب چاہی زندگی گذاری اور ذکر الہٰی کو حرزِ جاں بنایا۔ انشاء اللہ اس کی قبر روضۃ من ریاض الجنۃ ہوگی ایسے لوگوں کے لئے رب کریم نے لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون کا مژدہ سنایا ہے لیکن وہ لوگ جو احکام خداوندی سے قولاً یا عملاً سرکشی کرتے ہیں۔ حدود اللہ کی پامالی کو مذاق اور شعائر اللہ کی بے حرمتی کو کھیل سمجھتے ہیں۔ رب چاہی زندگی نہ گذار کر من چاہی زندگی گذارنے پر مصر ہیں ان کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے امان میں رکھیں۔ آمین۔

ایسے لوگوں کے لئے ربّ ذوالجلال نے دنیاوی زندگی میں شرّالبریّۃ اور اُخروی زندگی کے لئے اولٓئک ماواھم جھنّم وساءت مصیرا کے خطاب سے نوازا ہے۔

قابلِ تقلید زندگی

یوں تو سب سے بہتر قابلِ تقلید زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ کہ تمہارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ موجود ہے (قابل تقلید) لیکن ہمارے لئے وہ بزرگان دین بھی قابل تقلید ہیں جن کی زندگی کا اک اک پل اک اک گھڑی امتثال امر نبوی اور اطاعتِ خداوندی میں گذرا ہے۔ ہمارے بڑے حضرت یعنی حضرت لاہوری قدس سرہٗ اور حضرت ثانی نوّر اللہ مرقدہٗ بھی انہیں اولیاء اللہ میں سے تھے۔

ہمارا یقین ہے کہ وہ اس وقت عالمِ برزخ میں اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلائیں۔ آمین

اپنی جماعت کیلئے بشارت

کل لاہور میں کس قدر خوفناک بارش ہوئی نہ جانے کتنی عمارتیں زمین بوس ہوئیں اور نامعلوم کتنے ذی روح کشمکش حیات سے آزاد ہو گئے۔ اخباری اطلاع کے مطابق سو سال کے بعد ایسی بارش ہوئی۔ اس بارش نے جہاں اور تباہی مچائی وہاں میانی صاحب قبرستان میں بھی اپنا اثر دکھلا گئی جس جگہ آسمان علم و فضل کے دو روشن ستارے محوِ استراحت ہیں۔ میری مراد اس سے حضرت لاہوری و حضرت ثانی قدس سرہما العزیز ہیں۔ اس سیہ کار کی غیر حاضری میں قبرستان کے موجودہ گورکنوں نے مسجد میں آکر اطلاع دی کہ قبروں کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ جماعت کے ساتھی فوراً پہنچے تو دیکھا کہ شیخ کی مرقد اقدس مٹی بہہ جانے کی وجہ سے ایک طرف سے دب گئی ہے جس میں کچھ خلا بھی پیدا ہو گیا ہے۔ ہماری جماعت کے ایک مخلص ساتھی مستری ہیں حضرت لاہوریؒ کے زمانے سے ہی خدام الدین کی عمارتوں کی تعمیر کرتے آرہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں حاضری کی سعادت بخشی۔ یہ اپنے دوسرے کام کرنے والے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ثانی علیہ الرحمۃ کی مرقد اقدس کے ساتھ عقیدتاً لیٹ گیا اور اپنا ہاتھ اس خلاء کے اندر داخل کر دیا جو حضرت ثانیؒ کے مزار مقدس میں ہو چکا تھا۔ فرماتے ہیں زندگی بیت گئی ہمیشہ سے تہہ خانوں اور قبروں کا کام

کرتا آرہا ہوں۔ اپنا تجربہ ہے کہ زمین میں نیچے گرمی ہوتی ہے اور ہوا کی بندش کا احساس بہت شدت سے ہوتا ہے۔ لیکن حضرت ثانی رحمہ اللہ کی قبر میں ہاتھ ڈالنے سے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا ہاتھ کسی ائرکنڈیشن کمرے میں چلا گیا ہو اور اندر کی جانب سے ہلکی ہلکی ہوا خارج ہو رہی تھی۔ جیسے کہیں دور اندر کوئی کھڑکی کھلی ہو۔ پھر فرماتے ہیں کہ قبروں کی خلاء وغیرہ کو میں پُر کر کے چلا آیا۔ مٹی موجود نہ ہونے کی وجہ سے کام مکمل نہیں ہو سکا تھا۔ جس کی وجہ سے دل میں ایک بے چینی سی تھی اور ہر لمحہ مزاروں کا خیال آجاتا تھا۔ رات کئی بار بستر سے اٹھ کر مسجد میں آیا کچھ دیر اِدھر اُدھر گھومتا پھر سونے چلا جاتا لیکن آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی آخر میں سحر سے کچھ پہلے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں حضرت لاہوریؒ تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں "بیٹا! کیوں پریشان ہو یہ ہمارے رہنے کی جگہ نہیں ہے ہماری جگہ تو کہیں اور ہے۔ البتہ اگر چاہو تو اس خلاء کو بند کر دو تاکہ دنیا کی ہوا نہ آئے۔ مستری صاحب بتاتے ہیں کہ اس خواب کے بعد مجھے قلبی سکون ہوا اور پھر صبح جا کر میں نے تمام قبروں کو صحیح کر دیا۔

حضرت لاہوریؒ نے جو اشارۃً فرمایا ہے کہ ہمارے رہنے کی جگہ اور ہے۔ وہ ملاءِ اعلیٰ ہے جہاں تمام مبارک روحیں جمع رہتی ہیں۔ لیکن ان کا یک گونہ تعلق اپنی اپنی مرقدوں سے بھی مسلسل رہتا ہے۔

یہ تعلق کی بات ہے جن کا اپنے شیخ سے تعلق غایت درجہ مستحکم ہوتا ہے وہ ایسے خوابوں کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ دراصل تعلق اور شیخ سے محبت ہی طریقت کا مغز ہے۔ اللہ تعالےٰ اسی تعلق کو معیار بنا کر شیخ سے کسبِ فیض کی توفیق دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ کرم و احسان ہے کہ انہوں نے ہمارا تعلق ایسے بزرگوں سے جوڑ دیا ہے جن کی ولایتؒ صداقت پر بیّن ثبوت ان کی وفات کے بعد بھی موجود ہے۔ فللّٰہ الحمد علیٰ ذالک حمداً کثیراً طیّباً مبارکاً فیہ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین!

مولانا بشیر احمد نقشبندی اور جناب عبد المجید شاد کو صدمے

سوادِ اعظم اہلسنّت کراچی ڈویژن کے نائب صدر جناب مولانا قاری بشیر احمد نقشبندی صاحب خطیب جامع مسجد پاک کالونی کی اہلیہ کا بقضائے الٰہی انتقال ہو گیا ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی نمازِ جنازہ مولانا نے ہی پڑھائی اور تجہیز و تکفین اور تدفین کھرودڑیکا میں کی گئی۔

مولانا کے مرحومہ سے دو لڑکے، ایک تین سال ۲ ماہ، دوسرا ایک سال ۱۰ ماہ کا ہے اور ایک لڑکی ۱۲ سال کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ مولانا نقشبندی اور جملہ پسماندگان کو اللہ تعالیٰ صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ ادارہ "خدام الدین" مولانا کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ گذشتہ دنوں جمیعۃ علماء اسلام فیصل آباد کے سرگرم سماجی رہنما جناب عبد المجید شاد کے ننھے فرزند قضاء الٰہی سے وفات پا گئے۔ بچے کی عمر تین ماہ تھی۔

جمیعۃ علماء اسلام کے رہنماؤں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب انوری، مولانا نصیر الدین نقشبندی، مولانا اشرف علی ناصر، مولانا محمد صابر سرہندی، جناب حاجی ضیاء الدین مولانا قاری محمد الیاس اور دیگر حضرات نے ایک بیان میں جناب عبد المجید شاد سے اظہار تعزیت کیا ہے۔ ادارہ خدام الدین دعاگو ہے کہ اللہ تعالےٰ وفات پانے والے بچے کو والدین کے لیے ذریعہ نجات اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین "انصاری"

عظمتِ صحابہؓ کا عبرت انگیز واقعہ

تسلیم حسین، میانوالی، ہرنولی

اشعۃ اللمعات کے حاشیہ پر ایک واقعہ لکھا ہے جو کہ گستاخ صحابہؓ کے لئے عبرت کی حیثیت رکھتا ہے۔

واقعہ کچھ یوں ہے۔ کہ عظیم آباد میں ایک رافضی اور سنّی کے آپس میں تعلقات تھے سنّی حج کے لئے رحانہ ہونے لگا تو رافضی بھی الوداع کہنے آیا۔ اور اسے بڑی سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا۔ میری ایک خواہش ہے۔ جس کے کہنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔ سنّی نے کہا کہ پتہ تو چلے کہ وہ کیا خواہش ہے۔ اس نے کہا۔ "بوقت زیارت گوئی کہ حضرت شوق دارم ولے ازیں جہت آمدن نتوانم کہ مر دو دشمن نزد شما مدفون اند" یعنی بوقت زیارت عرض کرنا کہ حضور! مجھے حاضری کا شوق ہے مگر اس وجہ سے قاصر ہوں کہ میرے دو دشمن (معاذ اللہ) آپؐ کے پہلو میں دفن ہیں۔" سنّی یہ سن کر بڑا دلگیر ہؤا اور کہنے لگا مجھ میں پیغام عرض کرنے کی ہمت نہیں۔

القصہ! سنّی جب زیارت سے مستفیض ہؤا تو اس رافضی کا پیغام یاد آیا۔ لیکن عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دوسرے روز جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو رات روضۃ النبیؐ کی زیارت کے لئے پھر حاضر ہؤا اور زار و قطار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسی حالت میں کہ بڑا اونگھ آ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ ساتھ ہی سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے پایا۔

دائیں جانب سیدنا صدیق اکبرؓ قرآن کریم حائل کئے ہوئے ہیں اور بائیں جانب سیدنا عمر فاروق تلوار حائل کئے ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی رافضی بھی کھڑا تھا۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا فاروق اعظمؓ کو ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی گردن اڑا دو۔ فوراً حضرت عمر فاروقؓ تلوار چلاتے ہیں اور اس کا سر قلم فرما دیتے ہیں۔

سنّی بیان کرتا ہے کہ جب میں عظیم آباد واپس آیا یہ تمام واقعہ مولوی خدا بخش خان سے ذکر کیا۔ پھر چار روز بعد گاؤں پہنچا تو رافضی کے اہل و عیال کو روتے پایا۔ دریافت کرنے پر اہل خانہ نے بتایا۔ چند روز قبل تمہارا دوست قضائے حاجت کے لئے رات کو باہر گیا تو کسی نے اس کا سر تن سے جدا کر کے فلاں گڑھے میں پھینک دیا اور تن کے بھی پرخچے اڑے ہوئے تھے۔ صبح کے وقت اس کے قتل کا پتہ چلا مگر کسی قاتل کا نشان تک نہ ملا۔

سنّی یہ سنتے ہی زار و قطار رونے لگا۔

تبلیغی جماعت

راشد شکور، سیالکوٹ

تبلیغ انبیاء کا کام ہے اور فرائض نبوت میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ خدا نے روزِ ازل تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ ہر نبی دوسرے نبی کی تائید کرتا جائے اور اپنی امت کو یہ نصیحت کر جائے کہ جب کوئی پیغمبر ان کے پاس آئے تو وہ اس کی تصدیق کرے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد نہیں لیا گیا۔ کیونکہ آپؐ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نبوت ختم ہو چکی ہے اور کارِ نبوت یعنی تبلیغ کا کام امت کے سپرد کر دیا گیا ہے "اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور بُرے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے"۔
(آل عمران: ۱۰۴)

اس حکم ربانی کے تحت امت اس کام کو کسی نہ کسی طرح نبھاتی آ رہی ہے۔ یہ کام انتہائی خوش اسلوبی اور احسن طریقے سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد ایک زمانے تک ہوتا رہا لیکن رفتہ رفتہ اس کام کو پسِ پشت ڈال دیا گیا۔ امت اس فرض سے غافل ہوتی چلی گئی اور اس میں ایسی شان و شوکت نہ رہی جیسی پہلے تھی۔ علماءؒ، صلحاء اور اولیاء نے حتی الوسع اس فرض کو نبھایا لیکن ضرورت اس بات کی تھی کہ زمانے کے حالات کے پیشِ نظر باقاعدہ اور تنظیم سے کام سرانجام دیا جائے۔ چنانچہ نماز کی جماعت کی طرز پر ایک جماعت کی بنیاد رکھی گئی جسے تبلیغی جماعت کہا جاتا ہے۔ اس جماعت کا نہ دفتر ہے، نہ اشتہار بازی ہے، نہ پروپیگنڈہ ہے، نہ چندے کی فکر، نہ الیکشن نہ عہدداری، محض توکل علی اللہ سارا کام ہو رہا ہے۔ صرف ایک امیر ہے جس کی نگرانی میں یہ سارا کام ہوتا ہے۔ پہلے پہل اس جماعت کے بانیوں میں علاقہ میوات کی حالت دیکھ کر یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو ان کافر نما مسلمانوں کو بالفاظ دیگر مردم شماری کے مسلمانوں کو راہ راست دکھائے۔

اس جماعت کی بنیاد رکھنے سے پہلے میوات میں اصلاح و ہدایت کا کام تو ہوتا تھا لیکن انفرادی طور پر۔ جس سے خاص اچھے نتائج برآمد نہیں ہو رہے تھے لیکن پھر بھی جن بزرگوں نے یہ کام کیا تھا ان میں سے شاہ محمد رمضانؒ بھی شاگرد شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ تھے۔ مولوی نور محمدؒ، مولوی محمد اسمٰعیل بھیؒ اور مولوی محبوب علی دہلویؒ نے بھی خاص انداز میں کام کیا۔ مولوی کریم الدین، مولوی محمد مرید اور مولوی نور علی رحمہم اللہ نے میواتیوں سے ہندوانہ رسوم چھڑانے کی کوشش

کی۔ مولوی عبداللہ خاں اور میاں راج شاہ میواتی الاصل تھے انہوں نے بھی میواتیوں کو صراطِ مستقیم دکھانے میں بہت کام کیا۔ مولوی عبداللہ خاں مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے خاص شاگرد تھے اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ سے بھی شرفِ تلمذ تھا۔ جب تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی گئی تو اس کے کچھ ہی عرصہ بعد میواتیوں کی کایا پلٹ گئی۔ شادی و غمی کے ہندوانہ مراسم بند ہو گئے۔ ہندوانہ لباس لہنگا، انگیا، منڈھا کرنا، کنگھا باندھنا، فال اور شگون لینا بند ہو گیا۔ ہولی، دیوالی ختم ہو گئی۔ اوماس کی تعطیل چھوٹ گئی۔ مردوں نے زیور اتار پھینکا۔ ضعیف الاعتقادی اور توہم پرستی کو چھوڑ کر ایک خدا کی پرستش ہونے لگی۔ وہی لوگ جو حج کو نہیں جاتے تھے مگر سالار مسعود غازی کی زیارت کو بہرائچ جاتے تھے اب حج کو جانے لگے۔ غارت گری اور رہزنی بھی ترک کر دی گئی۔ برہمنوں کا ان کے حالات میں خاص دخل تھا لیکن اب مسلمان علماء و صلحاء ان کے پیشوا و رہنما تھے۔

ان بزرگانِ دین کے بعد مولوی محمد اسمٰعیل کاندھلوی رحمۃ اللہ نے تبلیغی کام شروع کیا۔ آپ مظفرنگر یو پی کے رہنے والے تھے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد بستی نظام الدین اولیاء تشریف لے آئے۔ یہاں ایک مسجد تھی جو "بنگلہ والی مسجد" کے نام سے معروف تھی۔ یہ مسجد آپ کی دینی سرگرمیوں کا مرکز بنی۔

آپ کا میوات کا تعلق اس طرح ہوا کہ ایک دفعہ آپ اس جستجو اور فکر میں تھے کہ کوئی مسلمان مل جائے جس کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی جائے اتفاقاً کچھ مسلمان آتے ہوئے نظر آئے پوچھا۔ "کہاں جاتے ہو؟" جواب ملا۔ "مزدوری کرنے۔" فرمایا۔ "اگر مزدوری مل جائے تو جانے کی کیا حاجت ہے؟" وہ راضی ہو گئے۔ مولانا ان کو مسجد میں لے آئے نماز سکھانے اور قرآن پڑھانے لگے اور روزانہ مزدوری دینے لگے۔ چند دن بعد جب نماز کی عادت پختہ ہو گئی تو ان مزدوروں نے خود ہی مزدوری لینا بند کر دی۔ دراصل یہ مزدور بنگلہ والی مسجد کی بنیاد تھے اور یہ لوگ پہلے طالب علم تھے۔ جب ۴ شوال ۱۳۵۱ھ / ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء کو مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلویؒ کا انتقال ہو گیا تو ان کی پہلی زوجہ محترمہ سے ایک صاحبزادے مولانا محمد کاندھلوی نے اس مدرسے کا انتظام و انصرام سنبھال لیا۔ آپ تقریباً اکیس برس اس سے منسلک رہے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو مولانا عبدالسبحان میواتیؒ امیر مقرر ہوئے پھر حاجی عبدالرحمان امیر بنے ان کے بعد حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ / اکتوبر ۱۹۲۶ء کو مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد اس مسجد کو مرکز بنا کر اس تحریک کا باقاعدہ آغاز کیا۔

حضرت مولانا محمد الیاس علیہ الرحمہ ۱۳۰۳ھ میں کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ حافظ قرآن تھے عربی فارسی کی ابتدائی کتب اپنے والد ماجد مولوی محمد اسمٰعیل اور حکیم محمد ابراہیم سے پڑھیں۔ باقاعدہ تعلیم کے لئے علماء و صلحاء کے مرکز گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت گنگوہی نے باوجود اس کے کہ آپ طلباء کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ مولانا کو سلسلہ چشتیہ امدادیہ رشیدیہ میں بیعت کر لیا۔ شیخ الہندؒ سے دارالعلوم میں بخاری و ترمذی پڑھیں۔ مولانا گنگوہی علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد مولانا انبیٹھوی سے تکمیلِ سلوک کی اور اجازت بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بڑے بھائی کے انتقال کے بعد لوگوں کے اصرار پر اور حضرت مولانا خلیل احمدؒ کے مشورے اور اجازت سے مدرسے (بنگلہ والی مسجد) میں تشریف لے آئے کہ اس کو آباد رکھیں۔ یہاں مولانا نے نامساعد حالات میں اور سرمائے کی کمی کے باوجود اللہ کے سہارے یہ کام سرانجام دیا۔ فاقوں کی نوبت بھی آ جاتی تھی۔ بعض اوقات تو گولروں سے بھوک کی شدت کم کی جاتی تھی۔ اس طرح مولانا نے اس تحریک کی بنیاد رکھی تھی۔

میواتی مولانا کے والد مولوی محمد اسمٰعیل اور بھائی مولوی محمد حیات سے محبت و عقیدت رکھتے تھے اس لئے انہوں نے مولانا کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کیا وہ آپ کو اپنے علاقے میں لے گئے۔ آپ بھی ان سے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ یہاں مولانا کی کوششوں سے مدارس و مکاتب قائم ہوئے، مساجد کی بنیادیں رکھی گئیں۔ قال اللہ و قال الرسولؐ کی صدائیں گونج اٹھیں اور ہدایت کے پیاسوں کی پیاس بجھنے لگی۔

۲ اگست ۱۹۴۳ء کو قصبہ نوح میں ایک اجلاس ہوا۔ جس میں کم و بیش ایک سو سات میواتی اکابرین شامل ہوئے جس میں دین کی تبلیغ کرنے کا عہد کیا گیا۔ علاوہ ازیں دیگر امور پر بھی عہد ہوا مثلاً" ادائے صلوٰۃ اکرام مسلم، باہمی حقوق کی نگہداشت پردہ و حجاب، اسلامی شکل و صورت وغیرہ۔ دراصل اس اجلاس سے تبلیغی جماعت کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے بعد مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ اس جماعت کے امیر مقرر ہوئے آپ کی نگرانی میں کام مزید وسعت اختیار کر گیا۔ یہاں تک کہ ہندوستان سے نکل کر جماعتیں شام و عراق اور مصر وغیرہ جانے لگیں مولانا نے اس کام کو انتہائی فراست اور ثابت قدمی سے آگے بڑھایا۔ آپ کے بعد مولانا انعام الحسن مدظلہ امیر مقرر ہوئے جو تا حال امیر ہیں۔

مذکورہ جماعت ان چھ اصولوں پر کام کر رہی ہے:۔

۱۔ کلمہ طیبہ، احکام خداوندی پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ہے۔

۲۔ نماز:۔ زندگی کے ہر شعبہ کو اسلامی اصولوں پر ڈھالنے کے لئے ہے۔

۳۔ علم و ذکر:۔ اس لئے ہے کہ احکامِ الٰہی کی ادائیگی کا طریقہ معلوم ہو۔ عمل کی فضیلت اور قدر و قیمت معلوم ہو اور احکامِ الٰہی سے نافرمانی کی وعیدوں کا پتہ چلے۔

ذکر:۔ اس کے ذریعہ بندگی کا جذبہ بڑھے اور اللہ تعالٰے کی عظمت و کبریائی کا دھیان بندھ جائے۔

۴۔ اکرامِ مسلم:۔ بندگانِ خدا کے ساتھ زندگی گذارنے کا طریقہ دھیان میں رہے۔

۵۔ اخلاص نیّت: ایک اللہ کو راضی کرنا اور اعمال صالحہ سے آخرت بنانا مقصود ہے۔

تین کروڑ افراد

منظم طریقے سے

دین کی اشاعت کا

فریضہ ادا کر رہے ہیں

۶۔ تفریغ اوقات: اپنی ضروریاتِ زندگی کو کچھ دیر کے لئے ترک کر کے دین کا کام کرنا۔

اس جماعت میں ہر قسم کے لوگ شامل ہو کر دین کی اشاعت کا کام کر سکتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دھوبی کی بھٹی لگائی ہے اس میں بھنگی کا کپڑا بھی آوے گا اور کوہ میں سنا ہوا کپڑا بھی آوے گا پھر اللہ جسے چاہے گا پاک فرما دے گا"۔

تبلیغ صرف علماء کا کام ہی نہیں بلکہ ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کیا ہے۔ وعظ بے شک علماء کا کام ہے اور اہل علم کے علاوہ اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ وعظ نام ہے قرآن و حدیث کے اسرار و رموز کھول کھول کر بیان کرنے کا جو اہل علم کے علاوہ اور کسی کے لئے جائز نہیں کیونکہ اَن پڑھ اور جاہل لوگ کیا اسرار و رموز بیان کریں گے جو خود کچھ بھی نہیں جانتے۔ اور تبلیغ نام ہے پہنچا دینے کا بلّغوا عنّی ولو آیہ اور کسی کو کسی نیک کام کے بارے میں سمجھانے کے لئے اہلِ علم میں سے ہونا شرط نہیں۔

جماعت جہاں بھی جاتی ہے اس کا ایک امیر ہوتا ہے جس کے ذمہ ساتھیوں کے آرام کا خیال، نرم روی سے بات چیت کرنا۔ لایعنی اعمال پر روک ٹوک کرنا اور ذکر اللہ کی پابندی کرنا اور کرانا ہوتا ہے۔ جب جماعت کسی مقام پر پہنچتی ہے تو اس کے دو گشت ہوتے ہیں ایک گشت عمومی اور دوسرا گشت خصوصی گشت کا مطلب یہ ہے کہ گلی گلی کوچہ کوچہ پھر کر گھر گھر اللہ کا پیغام پہنچانا اور کمال ایمان کی دعوت دیتے ہوئے اپنے ایمان کو بھی کامل بنانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گھر گھر پہنچ کر دین کی دعوت دی ہے یہ دینی سنت ہے۔ گشت خصوصی یہ ہوتا ہے کہ وہاں کے خاص خاص آدمیوں سے مل کر دین کی دعوت دینا اور ان کے سامنے اپنا طریقِ کار واضح کرنا اور موجودہ گمراہی اور بے راہروی کو بیان کرتے ہوئے تبلیغی کام کی ضرورت ظاہر کرنا اور اس کام میں لگنے کی دعوت دینا۔ کیونکہ ان لوگوں کے راہ راست پر آ جانے سے عام لوگ خواہ مخواہ راہ راست پر آ جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ایسے لوگوں کو پہلے دعوت دیا کرتے تھے۔

یہ جماعت پوری تندہی اور محنت سے دین کا کام کر رہی ہے۔ اس وقت کم و بیش تین کروڑ مسلمان اس جماعت کے ساتھ دین کی اشاعت کے لئے کام کر رہے ہیں۔ لاکھوں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ افغانستان، ایران، کویت، امریکہ، افریقہ، انڈونیشیا، برما، بھارت، چین، جاپان وغیرہ میں غیر مسلموں کو دین کی دعوت دینے کے لئے ہر سال سینکڑوں جماعتیں نکلتی ہیں۔ اندرون ملک اور بیرون ملک ہر شہر میں جماعت کا ایک ایک مرکز ہے جہاں ہر جمعرات کو اجتماعات ہوتے ہیں۔ رائے ونڈ دنیا کا سب سے بڑا مرکز ہے جہاں دور دراز ملکوں سے بھی لوگ سالانہ اجتماع میں شرکت کرتے ہیں رائیونڈ میں ہر سال اوائل نومبر میں اجتماع ہوتا ہے جہاں پندرہ بیس لاکھ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس سال بھی یکم نومبر سے ۳، نومبر تک اجتماع ہو رہا ہے۔ آخری دن دعا ہوتی ہے مختلف علاقوں کو تبلیغی کام کے لئے جماعتیں روانہ کی جاتی ہیں۔

مولانا عبدالقیوم حقانی
دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

فقہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ پر

جنہیں بزعمِ خویش یہ دعوےٰ ہے کہ وہ حضرات محدثین ہی کے بیان فرمودہ احادیث کو لیتے اور محدثین ہی کے مذہب (بقول ان کے غیر مقلدیت) پر عمل کرتے ہیں۔ اُن کا یہ دعویٰ اور محدثین سے غیر مقلدیت کی نسبت کہاں تک صحیح ہے یہ ایک علیحدہ موضوع ہے جس پر تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے۔ فرصت ملی تو اس پر بحث کی تکمیل کو ترجیح دوں گا۔ اب اس تحریر میں بتانا ہے کہ ایسا دعوےٰ کرنے والے بھی عمل کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ لیں۔

اپنے دَور کے عظیم محدث امام عبداللہ بن مبارک بھی امام ابو حنیفہؒ کی رائے لیتے اور اس کو اختیار کرنے پر اصرار کر رہے ہیں۔ جیساکہ ارشاد فرماتے ہیں:

ان کان الاثر قد عرف واحتیج الی الرائی فرای مالک و سفیان وابو حنیفہ احسنھم وادقھم واغوصھم علی الفقہ وھو افقہ الثلاثۃ[1]

اگر حدیث معلوم ہو اور رائے کی ضرورت ہو تو مالکؒ، سفیانؒ اور ابو حنیفہؒ کی رائے ماننی چاہیئے۔ ابو حنیفہؒ کی نظر زیر کی میں ان میں بہتر اور باریک تر ہے، فقہ میں زیادہ گہری ہے اور وہ ان تینوں میں زیادہ فقیہہ ہے۔

امام ابن المبارکؒ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور علم حدیث میں امیر المومنین ہیں۔ آپ کی سند سے بخاری اور مسلم میں سینکڑوں حدیثیں موجود ہیں۔ امام بخاریؒ کا ارشاد ہے کہ امام ابن المبارکؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم اور محدث ہیں۔ سب سے بڑے عالم اور محدث امام ابن المبارکؒ سے ایک دوسرا قول بھی کتابوں میں نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ فرمایا کرتے

"وہ شخص محروم ہے جس کو امام ابو حنیفہؒ کے علم سے حصہ نہیں ملا"[2]

صرف یہی نہیں بلکہ ابن المبارکؒ تو امام ابو حنیفہ پر کسی دوسرے عالم اور امام

امام عبداللہ بن مبارک اور شیخ یحییٰ بن سعید القطان کی شہادت

> **وہ شخص محروم ہے جس کو امام ابُو حَنیفہؒ کے علم سے حصہ نہیں ملا**

---

[1] امام ابو حنیفہؒ اور ان کے ناقدین

[1] رسالہ رفع الیدین ۲

[2] موفق ۲

کی ترجیح کو بھی گوارا نہیں کرتے ۔ انہیں سے یہ قول بھی منقول ہوا ہے کہ :-

"اگر مجھے افراطِ کلام کا الزام نہ دیا جائے تو میں امام ابو حنیفہؒ پر کسی کو ترجیح نہ دوں گا"[1]

امام ابو حنیفہؒ کی محدثانہ جلالتِ قدر اور فقیہانہ عظمت کے اس قدر محفل میں صراحتاً یا اشارۃً امام صاحب پر کوئی اعتراض کرتا یا ان کی جلالتِ قدر اور عظمت کو ملحوظ نہ رکھتا یا بُرائی بیان کرتا تو آپ ہر ممکن دفاع پر اُتر آتے اور بے اختیار آپ کے منہ سے نکلتا :

"خدا اس شخص کا بُرا کرے جو ہمارے شیخ امام ابو حنیفہؒ کا ذکر بُرائی سے کرے"[2]

امام عبد اللہ بن المبارکؒ کے امام ہیں ۔ آپ کی محدثانہ جلالتِ قدر اور علمی عظمت اور فقہی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ اور علی بن المدینیؒ جیسے ائمہ فقہ و حدیث آپؒ کے درسِ حدیث کے حلقہ میں عصر سے تا مغرب کھڑے رہ کر احادیث کی تحقیق کیا کرتے تھے ۔ تو شیخ یحییٰ بن سعید القطان کو یہ کہتے سُنا کہ :

اگر امام صاحبؒ تابعینؒ کے ابتدائی دور میں ہوتے تو وہ بھی سب اُن کا اتباع کرتے

قائل ہیں کہ اپنے حلقۂ درس میں اور نجی محفل میں بے اختیار ہو کر اُن کے منہ سے یہ الفاظ نکل جاتے اور کہہ اٹھتے :

اگر امام صاحب تابعین کے ابتدائی دور میں ہوتے تو وہ بھی سب اُن کا اتباع کرتے[1]

بلکہ وہ اس معاملہ میں اس حد تک آگے بڑھے ہوئے تھے اگر کسی دکھاتے ہُوئے اس آئینہ میں محدثین سے اپنی نسبت کا دعویٰ کرنے والے اپنا چہرہ دیکھ لینے کے بعد اپنا سا منہ لے کر بھی حدیث اور محدثین سے نسبت کے ادعائے حسن پر غرور و ناز کرتے ہیں تو ہم شیخ یحییٰ بن معین کے حوالے سے شیخ بن سعید القطان کی شہادت بھی پیش کر دیتے ہیں جنہیں امام ابو حنیفہؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے پر فخر ہے ۔ آپ فنِ رجال

"ہم اللہ کا نام لے کر جھوٹ نہ بولیں گے ہم ابو حنیفہؒ کی رائے میں اکثر چیزیں اختیار کر لیتے ہیں"۔

یحییٰ بن معین نے اُن کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ :

"ہم اللہ کا نام لے کر جھوٹ نہ بولیں گے ۔ ابو حنیفہ سے بہتر رائے ہم نے کسی کی نہیں پائی ۔ واللہ ہم امام صاحب کی محفل میں شریک رہے ہیں جس نے بھی ان کے

---

[1] موفق ج ۱ [2] موفق ج ۱

[1] موفق

چہرہ کی طرف دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوف خشیت سے پوری طرح متصف ہیں[1]۔

کتابوں میں شیخ یحییٰ بن سعید القطان کا یہ قول تو مشہور ہے ہی کہ :

"خدائے بزرگ کی قسم امام ابو حنیفہؒ اس امت میں قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں"[2]

یحییٰ بن معین نے شیخ یحییٰ بن سعید القطان کے تمام معمولات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :

"شیخ یحییٰ بن سعید القطان فتویٰ میں کوفیوں کے قول کی جانب جاتے تھے اور کوفیوں کے اقوال میں امام ابو حنیفہؒ کا قول لیتے تھے اور اُن کے معاصروں میں سے اُن کی رائے کا اتباع کرتے تھے"۔

امام عبد اللہ ابن مُبارک اور شیخ یحییٰ بن سعید القطان جیسے ائمہ فقہ و حدیث کی شہادتوں اور سچی گواہیوں پر ایسوں کو یقین کب آئے جو روزِ اوّل سے کج فہمی اور کج بحثی ہی کی راہ پر چل پڑنے کو لیلائے مقصود سمجھ بیٹھے ہیں۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ خطیب نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی وفورِ عقل ، تیز فہمی اور باریک نظری پر جداگانہ باب قائم کیا ہے ۔ باری تعالیٰ نے امام صاحبؒ کو جس قدر اعلیٰ ذہانت اور صلاحیت سے نوازا تھا اسی قدر ان کی احکام شرعیہ کے سلسلہ میں تحقیق اور اجتہاد بعض معاصرین اور موجودہ و گذشتہ زمانے کے معاندین کی فہم سے بالاتر ثابت ہُو ۔ فہم کی نارسائی اور بعض کی فطری کج بحثی اور کج فہمی امام صاحبؒ سے اختلاف کا باعث بنی ۔ غالباً امام احمد بن حنبلؒ ہی کا یہ فیصلہ ہے :

"من جهل شيئاً عاداه"

رائے و قیاس اور اس کی اہمیت کو وہ کیا جانیں جنہیں حدیث اور محدثین کی سچی اور مبنی بر حقیقت شہادتوں سے بھی اعراض ہو۔

آخر یہ کیونکر مانا جاتا ہے اور کون مان سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب اور معتقدین و مقلدین رائے کی حجیت پر اصرار کرتے ہیں ۔ درحقیقت یہ حدیثی تعلیمات سے انکار کرتے ہیں جب کہ رائے کی حجیت پر اجماع اور رائے پر صحابہؓ کا تعامل و توارث ایک ایسی مسلّمہ حقیقت ہے جس سے آنکھیں بند کر لینے کے باوجود بھی انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

تعجّب یہ ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث پر عمل کرنے والے بھی اس حدیث کو تسلیم کرتے ہیں کہ "لا تَجْتَمِعُ اُمَّتِی علی الضَّلالَۃ"۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اسی پیغمبرؐ کی امّت کا سوادِ اعظم (جس کی تعداد کا اندازہ نصف یا ثلث اہل اسلام سے کیا گیا ہے) ایک ایسے امام کے تابع ہو گیا ہو جو العیاذ باللہ حدیث سے ناواقف ، اسلامی علوم سے بے بہرہ اور محض رائے و قیاس اس کا دین تھا ۔ پھر اسی سوادِ اعظم نے نہ صرف فقہ و مسائل میں امام صاحبؒ کی اقتداء کی بلکہ اپنی دنیا اور آخرت کی سعادتوں اور سرخروئیوں کو بھی اُن کے دامن سے وابستہ کر دیا۔ ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ فہم سلیم اگر نارسائی ، حسد ، بغض ، فساد اور عداوت کا مریض نہ ہو ۔ کج بحثی اور کج فہمی سے مکدّر نہ ہو تو اسے کبھی بھی یہ باور نہ کرایا جا سکے گا کہ ڈیڑھ ہزار برس کے زمانے میں اُمّتِ محمدیہؐ کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماءِ ربانی جس کی تعلیم ، تحقیق اور اجتہاد و استنباط سے مستفید ہوئے اور ملکوں ملکوں پھیلے اور جس کی تعلیماتِ فقہ و رائے پر گروہ در گروہ اولیائے کرام عمل پیرا ہو کر مراتبِ قرب سے فائز المرام ہوئے ۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جو

(باقی ۲۵ پر)

---

[1] موفق ج ۱ ص ۱۹۱ [2] الانوار الباری

ذوالفقار احمد

حضرت جلیبیب رضؓ کی شادی اور جہاد

****

ایک دفعہ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم تقریر فرما رہے تھے۔ ایک شخص جو کہ تن سے نیم عریاں، پاؤں ننگے، سر پر ٹوپی تک نہ تھی رو رہا تھا۔ حضور نبی اکرمؐ نے جب تقریر ختم کی تو اُس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تجھے کیا تکلیف ہے؟

اس شخص نے کہا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! اگر اجازت ہو تو ان مسلمانوں کی کچھ شکایت کروں۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مسلمان کی شکایت اچھی نہیں۔ اگر تجھے کوئی تکلیف ہو تو بتا، میں اسے رفع کرنے کی کوشش کروں گا۔

اس شخص نے کہا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تن چھپانے کو کپڑا نہیں۔ سر چھپانے کو چھپّر نہیں۔ استعمال کو ساز و سامان نہیں۔ کھانے کو روٹی نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں۔

حضورؐ نے شکایت دریافت کی تو کہا بالوں سے چاندی ٹپکنے لگی ہے۔ ہر دن کسی نہ کسی آدمی کی منگنی یا شادی ہوتی ہے۔ مجھ سے ابھی تک کسی نے نہیں کہا کہ تیری شادی کرا دوں۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جواب دیا کہ اس وقت جاؤ اور میں تمہاری شادی کرا دوں گا۔

وہ شخص چلا گیا۔

کچھ دنوں بعد ایک سوداگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضورؐ میری بیٹی جوان سال ہے اور وقت ہے کہ اس کا نکاح کرا دوں۔ آپؐ جہاں مناسب سمجھیں اس کا نکاح کرا دیں۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہا اس وقت تم جاؤ۔ میں جس کو تمہارے ہاں بھیجوں اُس سے اپنی بیٹی کا نکاح کرا دینا۔

سوداگر وہاں سے رخصت ہوا۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُس شخص کو جس کا نام جلیبیب تھا بلوایا اور فرمایا کہ فلاں سوداگر کے پاس چلے جاؤ اور میرا نام لو۔ باقی بندوبست میں نے کر رکھا ہے۔

جنازے میں اتنے فرشتے آئے ہیں کہ مجھے خود پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ملتی

جلیبیب وہاں سے چل دیا اور سوداگر کے دروازے پر دستک دی۔ سوداگر نکلا تو جلیبیب نے کہا کہ مجھے حضورؐ نے بھیجا ہے۔

سوداگر نے دل میں سوچا خدایا یہ

آدمی تن سے ننگا صرف ایک دھوتی پہنے گھر تو در کنار اس کے پاس تو کھانے کو کچھ نہیں۔ یہ میری بیٹی کو کیا خوش رکھے گا۔ لیکن منہ سے کچھ نہ بولا اور کہا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ سوداگر گھر آیا اور بیوی سے مشورہ کرنے لگا۔

بیوی نے کہا جلیبیب جس کی فقیری اور غریبی سے سب لوگ آشنا ہیں اس سے میری بیٹی کیا شادی کرے گی۔

بیٹی نے جو کہ قریب ہی آٹا گوندھ رہی تھی کہا۔ "جلیبیب کو اپنی نظروں سے نہ دیکھو اسے تو جس نے بھیجا ہے اس کی نظروں سے دیکھو کہ وہ کتنا امیر ہے جو دونوں جہانوں کا سردار ہے۔"

جلیبیب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس پہنچا اور شادی کے لیے رقم کا مطالبہ کیا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسے حضرت عثمان ذوالنورین کے پاس بھیجا۔ حضرت عثمانؓ نے اسے ایک ہزار درہم دیے اور کہا کہ اگر کم پڑ جائیں تو پھر آ جانا۔

جلیبیب وہاں سے چل دیا۔ راستے میں ایک شخص ملا اس نے کہا کہ تم یہاں شادی کرنے میں خوش ہو، حضورؐ تو جہاد کرنے گئے ہیں۔

جلیبیب نے کہا کہ میرا محبوب جہاد کر رہا ہے اور میں شادی۔ وہ وہاں سے سیدھا منڈی چل دیا اور شادی کے ان پیسوں سے ایک تلوار ایک ڈھال اور ایک گھوڑا خریدا اور سیدھا میدانِ جنگ روانہ ہوا۔ وہاں پہنچا تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم خود میدانِ جنگ میں کمربستہ تھے۔

جلیبیب میدانِ جنگ میں اترا اور ایسی دلیری، بیباکی، جوش اور ولولے سے جہاد کیا کہ چودہ کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود اس کے سینے میں ۸۰ سے زیادہ تیر پیوست ہوئے۔ جنگ ختم ہوئی تو حضورؐ نے دریافت کیا ہم تو جہاد کرنے نکل آئے آج تو جلیبیب کی شادی تھی۔ ایک صحابیؓ نے حضورؐ کا دست مبارک تھام لیا اور جلیبیب کے پاس لے گئے۔ چودہ کفار اس کے اردگرد مرے پڑے تھے اور وہ خود اُن کے درمیان اپنے پُرانے لباس میں لپٹا ہوا پڑا تھا۔ حضورؐ نے دیکھا تو آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

جب جلیبیب کا جنازہ جا رہا تھا تو حضورؐ پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ ایک صحابیؓ نے وجہ دریافت کی تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جلیبیب کے جنازے میں اتنے فرشتے آئے ہیں کہ مجھے خود پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ملتی۔

آج ہم لوگوں کے اعمال کیا ہیں؟ ہم خود دنیا و فیہا کے پرستار ہیں۔ ہمارے جنازے میں فرشتے آئیں گے؟ ہم جنت کے حقدار ہوں گے۔ اللہ ہمیں امان دے آمین

حدیث نبویؐ

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

اقرأ

ذکر الٰہی

تحریر:- الف اے گلباز

حکم خدا تعالیٰ

۱۔ سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ (الرعد: ۲۸)

۲۔ تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔ (البقرہ: ۱۵۲)

۳۔ جو مومنین اللہ کی یاد کرتے ہیں، کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ (آل عمران: ۱۹۱)

۴۔ اور اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح و شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔ (الاعراف: ۲۰۵)

فرمان رسولؐ

۱۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول پاک سے سوال کیا گیا کہ بندوں میں سب سے افضل اور قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سے مقرب کون ہے؟ آپ نے فرمایا "جو مرد اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں جو عورتیں اللہ کا ذکر کرنے والی ہیں۔
(حیوۃ المسلمین، ترمذی، ابن ماجہ)

۲۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضور سے دریافت فرمایا "کون سا عمل اللہ پاک کو سب سے زیادہ پسند ہے" آپ نے ارشاد فرمایا "تمہیں اس حالت میں موت آئے کہ تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو"
(حصن حصین، ابن حبان)

۳۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک رات کو کھڑے ہو جاتے تھے اور کھڑے کھڑے آپ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے میں نے کہا آپ یہ کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ (بخاری)

دعاء صحت

انٹرنیشنل ختم نبوت مشن کے جنرل سیکریٹری حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی جو گزشتہ دنوں شدید بیمار تھے۔ اب رو بصحت ہیں انہیں ہائی بلڈ پریشر کا عارضہ لاحق تھا احباب سے التماس ہے کہ ان کی مکمل صحتیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

ابو حنظلہ لدھیانوی

سیرت و سوانح

عارف باللہ *** مجاہد فی سبیل اللہ

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ کی چودہ اور اکتوبر ۱۹۷۴ء کی یکم تاریخ تھی کہ گوجرانوالہ سے علامہ محمد احمد صاحب کے برادر مولانا عبدالواسع مرحوم تشریف لائے ہوئے تھے۔ دوپہر کو آرام کرنے کے لیے مہمان خانے کی طرف تشریف لے گئے۔ ہمراہ ایک وجیہہ خوبصورت پُروقار سنجیدہ مگر جاہ و جلال کی مالک ہستی بھی تھی۔ راقم بھی وہیں موجود تھا۔ چند منٹ سکوت طاری رہا پھر اچانک اُس سرخ و سپید رنگ، موٹی خوبصورت آنکھوں اور گھنی داڑھی والی پُرعظمت ہستی نے مولانا عبدالواسع کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آج رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ حضرت امیر شریعتؒ، حضرت رئیس الاحرارؒ، حضرت مولانا محمد انوریؒ، بھائی محمد اختر (حمزہ صاحب کے بھائی) ایک بزرگ جن کا نام معلوم نہیں، ایک تانگے پر سوار میرے پاس آکے رُکے اور فرمانے لگے کہ ایک سواری کی جگہ خالی ہے۔ آؤ بیٹھو چلیں۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا اور تانگہ چل دیا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

پھر ہنس کر فرمانے لگے "عبدالواسع شاید وہ مجھے لینے آئے تھے۔ (واضح رہے کہ یہ تمام حضراتؒ اس وقت تک وفات پا چکے تھے)۔ بظاہر تو یہ خواب اس شخصیت کا محض ایک خواب تھا مگر درحقیقت اس میں کچھ روز بعد پیش آنے والے ایک افسوسناک واقعے کی تعبیر پنہاں تھی کہ اس کے چند روز بعد ہی اس شخصیت نے اس دُنیا کو خیرباد کہہ کر اپنے مالکِ حقیقی سے مستقل ناطہ جوڑ لیا۔ یہ عظیم المرتبت ہستی حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی تھے۔

آپ ۱۹۲۰ء میں رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے گھر پیدا ہوئے۔ محدثِ عصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ لدھیانہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کو تسلّی دی اور انیس الرحمٰن نام رکھا۔ آپ نے انتہائی کم عمری میں مدرسہ انور، لدھیانہ سے قرآن پاک حفظ کیا۔ جب آپ حفظِ قرآن کی خوشخبری گھر لائے تو رئیس الاحرار جیل میں قید تھے۔ انتہائی کسمپرسی کا عالم تھا۔ گھر میں ماسوائے سوکھی روٹی کے کچھ نہ تھا۔ والدہ نے وہی روٹی تھوڑا سا گھی لگا کر مٹھائی کے طور پر کھانے کو دی۔ رئیس الاحرار رہائی کے بعد آپ کو دینی تعلیم کے لیے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور لے گئے مگر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے آپ کو داخلہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ:

"لیڈر کا بیٹا ہے۔ لیڈری کرکے ماحول کو خراب کرے گا۔"

رئیس الاحرار نے کہا کہ آپ جو پابندی اس پر لگائیں گے اس پر عمل کرے گا۔ چنانچہ سیاست میں حصّہ لینے کی پابندی لگا دی گئی۔ اس طرح شیخ الحدیث کے حکم پر آٹھ سال سیاسی سرگرمیوں میں حصّہ نہ لیا۔ خود حضرت شیخؒ اپنی تصنیف "یادِ ایام" میں رقم طراز ہیں:

"انیس الرحمٰن نے کچھ اس طرح اپنا وعدہ پورا کیا کہ ایک دفعہ سہارنپور کے ایک جلسہ میں میری صدارت میں رئیس الاحرار صاحب کی تقریر تھی۔ میں نے کہا کہ انیس! آج تمہیں میری طرف سے جلسہ میں شرکت کی اجازت

ہے۔ جواب میں کہنے لگے کہ

اب تو فراغتِ تعلیم تک یہ عہد نبھانے میں مزا ہے

تعلیم سے فراغت کے بعد تصوف کی طرف مائل ہوئے اور قطبِ عالم حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کے دستِ مُبارک پر سلسلۂ قادریہ صابریہ میں بیعت فرمائی۔ رائے پور میں حضرت کی خانقاہ میں اکثر و بیشتر قیام فرما کر سلوک و تصوّف کی منازل طے کیں۔ اس مقام پر سلوک و تصوّف میں آپ کی قابلیت کی بناء پر حضرت رائے پوریؒ سے آپکو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت رائے پوری نے اپنی خوشی سے مولانا محمد صاحبؒ کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح فرمایا۔ اپنے نکاح کے بارے میں ایک مرتبہ بتایا کہ مجھے خود اپنے نکاح کے بارے میں پتہ نہ تھا۔ چند لوگ ہمراہ رائے کوٹ جا رہے تھے، میرا کرتہ بھی کندھے سے پھٹا ہُوا تھا۔ میں نے خود لوگوں سے پوچھا کہ اس بارات میں دُلہا کون ہے تو مجھے بتایا گیا کہ تم دُلہا ہو۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے فیصل آباد میں خالصہ کالج کے مقام پر سابقہ ٹیلیگراف کی مسجد میں قیام فرمایا اور مدرسہ تجوید القرآن کے نام سے ایک مدرسے کی بنیاد ڈال کر درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ حضرت رائے پوری کا پاکستان میں زیادہ قیام یہیں ہوتا تھا خصوصاً رمضان تو یہیں گذارتے جس کی برکت سے یہاں علم و عرفان کے شیدائیوں کا میلہ رہتا۔ ایک مرتبہ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا۔ انیس! نہر کے کنارے مسجد بنا دُ۔ ہم وہاں ٹھہرا کریں گے چنانچہ حضرتؒ کے حکم کی تعمیل میں محلہ فاروق میں نہر اکھ برانچ کے کنارے مسجد کے لیے جگہ خریدی۔ اسی دوران حضرت رائے پوریؒ انتقال فرما گئے مگر اُن کی خواہش کی تکمیل کے لیے وہاں مسجد حبیبیہ کے نام سے مسجد اور مدرسہ انوریہ کے نام سے ایک دینی مدرسے کا عارضی قیام عمل میں لایا گیا مگر ان دونوں کی تکمیل آپ کی زندگی میں نہ ہو سکی کیونکہ زندگی نے زیادہ دیر وفا نہ کی۔ فالج اور دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہُوا۔ چنانچہ آپ ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۴ء بمطابق ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۵۲ سال تھی۔ آپ کو مسجد خالصہ کالج کے صحن کے باہر سپردِ خاک کیا گیا۔ نمازِ جنازہ آپ کے بزرگ ساتھی اور حضرت رائے پوری کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب سرگودھوی نے پڑھائی۔

آپ ایک جیّد عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ علماءِ دین میں آپ ایک بلند مقام کے حامل تھے۔ آپ کی وفات پر تمام مکتبِ فکر کے لوگوں کو رنج پہنچا اور ایک نہ پُر ہونے والا خلا محسوس کیا گیا۔ مجاہدِ ملّت مولانا تاج محمودؒ نے اُس وقت فرمایا تھا:

"میں مفید مشاورت والے ساتھی سے محروم ہو گیا ہوں۔"

خان عبدالولی خان نے کہا تھا:

"مولانا تحریکِ آزادی میں عظیم قربانیاں دینے والے خاندان کی نشانی تھے۔"

نواب زادہ نصراللہ خان نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا تھا:

"مولانا اگر سیاست میں حصہ لیتے تو صفِ اوّل کے رہنما ہوتے۔"

آپ کی وفات کے بعد مولانا مفتی محمود مرحوم مدرسہ انوریہ محلہ فاروق آباد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لائے تو فرمایا کہ ایسے پس ماندہ علاقہ میں مسجد و مدرسہ کا قیام مولانا کی حوصلہ مندی کا ثبوت ہے۔

ایک عالمِ باعمل ہونے کے ناطے سے بڑے بڑے علماء آپ کے قدرداں تھے۔ آپ کی علمی قابلیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اکثر جید علماء مسائل میں اور مسائل سلوک و تصوف حل کرنے آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ آپ کی ہر بات فتوے کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ کی ذات زبردست جاہ و جلال کی مالک تھی۔ کسی بھی مخالف کو آپ کے روبرو غلط بات کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ مسائلِ قرآن و حدیث اور فقہ و منطق پر زبردست عبور حاصل تھا۔ خطبۂ جمعہ اور عیدین پر بڑے پُرجلال لہجے میں وعظ فرماتے تھے۔ مسائل و اصولِ دین کے بارے میں طبیعت میں ذرا لچک نہ تھی۔

(باقی ۲۱ پر)

تبلیغی جماعت کی دینی خدمات

تحریر: — محمد عثمان الوری کلاچی

اللہ تعالےٰ نے دین اسلام کی اشاعت کے لئے ہر دور میں کوئی نہ کوئی سلسلہ باقی رکھا ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں میں دینی شعور اور اسلامی جذبہ پیدا ہوتا ہے خلافت راشدہ کے بعد صحابہ کرامؓ نے پوری محنت اور ذمہ داری سے اس فریضہ کو انجام دیا۔ انہوں نے اپنی زندگی تبلیغ دین کے لئے وقف کر دی تھی اور حرمین شریفین جیسے محترم اور مقدس شہروں کو چھوڑ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ارشاد کے مطابق دور دراز ملکوں میں جا کر اسلام کی روشنی سے لوگوں کے قلوب کو منور کرتے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی مخلصانہ قربانیوں کی وجہ سے دنیا میں ۹۵ کروڑ مسلمان پھیلے ہوئے ہیں۔ اسی سلسلہ اور دینی جذبہ اور غیرت ایمانی اور اشاعت اسلام کے روحانی اور نورانی سلسلہ کو زندہ کرنے کے لئے۔ برصغیر ہند و پاکستان میں دورِ صحابہؓ کے بعد اولیاء کرام تشریف لاتے رہے۔ ان میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور علماء دیوبند کے مشائخ اور اساتذہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان بزرگوں میں حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ جو ایک بہت بڑے ولی اللہ اور جید عالم دین اور سلسلۂ چشتیہ قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ سلسلۂ طریقت میں مجاز تھے اور اہل اللہ کے با اعتماد بزرگ تھے۔ ان کے خاندان کو دہلی اور کاندھلہ میں ہمیشہ بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے انہوں نے آج سے پچاس سال قبل مسلمانوں میں دینی غفلت اور شعائر اسلام سے لاپرواہی کو محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں میں دین اسلام کی اشاعت کے لئے سلسلہ تبلیغ کو شروع کیا انہوں نے اس کی ابتدار دہلی اور میوات کے علاقہ سے شروع فرمائی کیونکہ میوات راجپوتانہ کا علاقہ ہے جس کی ریاستوں کے اکثر راجہ ہندو اور عوام اور آبادی بھی ہندو اکثریت پر مشتمل تھی وہاں مسلمانوں کی حالت دینی اور معاشی قابلِ رحم تھی اور جہاں مسلمانوں میں ہندو رسومات اور تہوار کا رواج عام تھا، مسلمان دین اور دنیا کے لحاظ سے پسماندہ تھے وہ نام کے مسلمان تھے۔ کام سب غیر مسلموں کے کرتے تھے اس لئے مولانا نے تبلیغ کا آغاز اس علاقہ سے شروع کیا وہ اس طرح کہ قافلوں کو آتے جاتے دیکھتے اور ان سے اسلام کی معلومات کرتے، ان کو دین کی تلقین خاص کر کلمہ، نماز کی طرف توجہ دلاتے اور اس طرح

لوگوں کو دوسرے مسلمانوں سے میں رابطہ اور دینی معلومات کو عام کرنے اور چند دن اس خالص دینی کام کے لئے آمادہ کرتے اس طرح چند سالوں میں اسلام کی تعلیمات کا لوگوں میں اثر ہونے لگا اور لوگ جوق در جوق اس دینی سلسلہ میں حصّہ لینے لگے۔ اور پھر دہلی، سہارنپور اور دوسرے شہروں سے باقاعدہ جماعتیں جانے لگیں۔ اور یہ سلسلہ یوپی سے لے کر میوات۔ بنگال۔ پنجاب، مدراس، بہار وغیرہ میں مقبول ہوتا گیا۔ اور پھر یہ سلسلہ چند سال بعد پورے ہند و پاک میں پھیل گیا۔ اسی دوران حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ کا وصال ہو گیا اور ان کے بعد ان کے فرزند حضرت مولانا محمد یوسف دہلویؒ نے اسی اخلاص اور محنت سے سلسلہ کو مزید تقویت پہنچائی اور دس سال بعد ہی یہ تبلیغی سلسلہ پوری دنیا میں پھیل گیا اور امریکہ، افریقہ، مشرق وسطیٰ، جاپان، چین اور پورے بیرونی ممالک میں اب مسلمان شب و روز دین اسلام کی اشاعت میں مشغول ہیں۔ تقریباً کرۂ ارضی پر تین کروڑ مسلمان تبلیغی جماعت دین حق کی اشاعت میں شریک ہیں اور دنیا میں کروڑوں مسلمان ان سے دینی استفادہ حاصل کر رہے ہیں جبکہ لاکھوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں اور ہزاروں لوگ اس جماعت کی کتابوں کا ترجمہ مختلف زبانوں میں کر کے اس سلسلہ کو عام کر رہے ہیں۔ جماعت کے اجتماعات بڑے ملکوں اور شہروں میں ہوتے رہتے ہیں جن میں لاکھوں مسلمان شریک ہوتے ہیں اور کئی سو جماعتیں دنیا میں اشاعتِ اسلام کے لئے روانہ ہوتی ہیں۔ اسی طرح کا ایک اجتماع پاکستان میں ہر سال ہوتا ہے امسال ۳۱ر اکتوبر سے ۲ر نومبر تک رائیونڈ ضلع لاہور میں ہوگا جس میں لاکھوں مسلمان شریک ہوں گے۔

بقیہ: ذکری مذہب

مشابہت رکھتے ہیں اور قربانی کا طریقہ جھٹکا اور نماز عید سے قبل کرنے کا ہے۔ اس طرح کا ذبیحہ حرام ہے۔ ان لوگوں کی ان عادات، عقائد اور نظریات اور اعمال کی وجہ سے تمام مسلم علمار نے متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم اور کافر قرار دیا ہے؛ لیکن چونکہ عام لوگوں کو ان کے باطنی کرتوتوں کا پتہ نہیں اس لیے بہت کم ان سے واقف ہیں۔

ان لوگوں کے تعاقب میں عرصے سے علماءِ حق سرگرم ہیں اور وہ ان کی بھلائی کے لیے ان عقائد اور نظریات سے باخبر کرتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے یہ لوگ اسلام سے دور ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا قاضی عبدالصمد سربازیؒ، حضرت مولانا محمد حیاتؒ، حضرت مولانا محمد عمر بلوچؒ اور مولانا محمد حسین گوادر والے مشہور ہیں۔ نوجوان علمار میں حضرت مولانا عبدالمجید سربازی، مولانا احتشام الحق آسیاآبادی تربت مولانا محمد علی بلوچ قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا حاجی دلمراد بلوچ جن کی توجہ اور تبلیغ سے مسلمانوں میں جذبۂ حق بیدار ہوا اور وہ اس مذہب کی بیخ کنی کی جانب متوجہ ہوئے۔ انشاء اللہ پھر کبھی۔

بقیہ: انیس الرحمنؒ

اس قدر جاہ و جلال کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی طبیعت میں خوش طبعی کا پہلو بھی بہت نمایاں تھا۔ دوست احباب کے درمیان اور نجی محافل میں بڑی خوش طبعی سے گفتگو فرماتے اور محفل کو کشتِ زعفران بنا دیتے گویا کہ اقبال کے اس شعر کے مصداق تھے ؂

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ان سب اوصاف کے ساتھ ساتھ آپ ایک بہترین شاعر بھی تھے۔ عالمِ شباب میں مختلف رسائل و اخبارات میں آپ کا منظوم کلام (ابن حبیب بنڑبی) کے نام سے شائع ہوتا رہا۔ آپ کا ایک مشہور شعر ہے

خدا ہی میرا نگہبان ہو اس مسافت میں
دراز جادۂ منزل، زادِ راہ قلیل

محمد سلیم اعجاز
جامعہ محمودیہ جھنگ

اسلام شہداء کی عظیم قربانیاں ہمیں فکر و عمل کے لیے للکارتی ہیں

جی ہاں تاریخ کی ورق گردانی کیجئے'
تاریخ کا ہر باب اپنے اندر زریں اصول لیے امتِ مسلمہ کو مقصدِ حیات کی تکمیل کی دعوت دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ ویسے بھی ابتداء آفرینش سے قدرت کا فطری اصول انسانیت کی فکری ہم آہنگی کے لیے یہی رہا کہ اپنے سابقین کی زندگی سے سبق حاصل کرتے ہوئے اپنا قبلۂ زندگی درست کر لو۔ کلامِ الٰہی کے صدہا واقعات یہی درسِ عبرت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ باری عزاسمہ نے انہی واقعات کے ذریعے انسانیت کو متنبہ کیا کہ تمہارے پیش رو تمہارے سامنے ہیں۔ ان حضرات کے انجام سے سبق حاصل کر لو۔ کیونکہ جن حضرات نے اطاعتِ الٰہی کو اپنی زندگی کا شعار بنایا شرف و عزت سے ہم کنار ہوئے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ انہی کی عقیدت کے گن گاتا نظر آتا ہے اور جنہوں نے سرکشی اور بغاوت کے لیے سر اٹھانے کی کوششیں کیں ان کی ذلت و رسوائی کی داستانیں سب کی نوک زبان ہیں۔

یہی فطری اصول آج امتِ مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی، احتیاج و افتقار پر آنسو بہاتے ہوئے اسے دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ تمہارے پیش رو تو ایسے نہیں تھے نہ تو انہوں نے اس کسمپرسی میں زندگی بسر کی اور نہ ہی اس ذلت و رسوائی کے ایام انہوں نے دیکھے تھے بلکہ عزت و وقار، شان و شوکت سے کائنات پر اپنی شرافت و عظمت کا لوہا منوایا۔ اب ذرا تم اپنی زندگیوں کا جائزہ لو۔ تمہاری اُن سے کیا مناسبت؟ آخر کیوں؟

فکر و نظر کی تحقیق بالآخر ایک گوہر نایاب کی دریافت پر کامیاب ہو جاتی ہے جس کا فقدان اس امتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا باعث اور سبب ہے اور وہ گوہر نایاب قوتِ باطل کے مقابلہ میں اپنے امیر کی اطاعت و عقیدت سے سرشار ہو کر استقامت علی الدین اور جذبہ شہادت تھا جس کی جگہ آج امتِ مسلمہ نے بزدلی کو اپنا شعار بنا لیا۔ پھر عزت و شوکت کی تمنا کیسے؟ اسی امت کو عزت کی زندگی بسر کرنے کا گُر سمجھاتے ہوئے سمیہ رضی اللہ عنہا نے مکہ کے چوک میں اپنے نازک جسم کو دو لخت کرا کر یہ درسِ استقامت دیا کہ اگر صنفِ نازک کی طرح ہی استقامت علی الدین کو تم اپنی زندگی کا مقصد بنا لو تو انقلابِ زندگی کا مشاہدہ تمہارے لیے مشکل نہیں۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے تختۂ دار پر چڑھتے ہوئے امت کو ایک آفاقی پیام سُنایا کہ عزت و شوکت باطل کے مقابلے میں رضاءِ باری کے لیے تختۂ دار کو چومنے سے ملتی ہے۔ حمزہ کی تڑپتی ہوئی لاش

> سعادتِ عظمیٰ کا
> حصول اپنے خونِ
> جگر سے زمین کو سیراب
> کرنے میں مضمر ہے۔

نے میدانِ کارزار سے یہ صدا بلند کی کہ سعادتِ عظمیٰ کا حصول اپنے خونِ جگر سے زمین کو سیراب کرنے میں مضمر ہے۔ بلالؓ کی صدائے بازگشت نے مکہ کے گلستان سے استقامت علی الدین کا عظیم ثمرہ سنایا

کہ رنگ و نسل کی آلودگیوں سے معرّی ہو کر انسان جب عبدیت کے زیور سے آراستہ ہو جاتا تو صرف اسی کی صدا ہیں بلکہ اس کی جوتیوں کی صدا بھی سکانِ جنت کے لیے باعثِ فخر بن جاتی ہے اور پھر یہی استقامت علی الدین اسی حبشی غلام کو صدیق رضؓ و فاروق رضؓ کی زبان درخشاں سے یا سیّدنا کا عظیم خطاب سُنواتی ہے۔ کیوں نہ ہو اسی استقامت نے ہی تو رفقائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش بریں سے حیاتِ جاویدہ کا ایک عظیم پیغام سنوایا جو کہیں اولٰئک ھم المفلحون کی صورت میں اور کہیں ھم الراشدون کی صورت میں کتابِ مبین کی زینت بنا نظر آ رہا ہے۔ یہی اسی لیے تو تھا کہ انہوں نے قبولِ اسلام کے بعد استقامت علی الدین کا وہ روشن باب قائم کر دیا جسے رہتی دُنیا تک انسانیت کے لیے مدارِ نجات قرار دے دیا گیا اور اس سے سرِمو انحراف کو ضلال سے تعبیر کیا گیا۔ اب یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اس ارشادِ الٰہی کے یکسر خلاف انسانیت استقامت علی الدین، جذبہ شہادت و حریت سے بے زار ہو کر کسل و جُبن کی تاریکیوں میں ڈوب جائے اور اطاعتِ الٰہی سے یکسر منحرف ہو کر عزت و جاہ کی طالب بنے؟

ایں خیال است و محال است و جنوں

اسی جذبہ شہادت و استقامت نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا کے لق و دق صحرا میں معصوم بچوں سمیت جامِ شہادت نوش کرنے اور خاک و خون میں تڑپنے پر مجبور کر دیا۔ اب بھی خاکِ کربلا کے ذرہ ذرہ سے نواسہ رسولؐ کا لہو پکار پکار کر امتِ مسلمہ کو یہی درس دے رہا ہے کہ جب باطل اپنی طاغوتی قوت سے تمہارے خلاف میدانِ کارزار میں اترنے کی کوشش کرے تو تم اسوۂ حسینی سے مشعلِ راہ کا کام لو۔ کاش! امتِ مسلمہ کا ہر پیر و جوان اسی جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر حضرت حسینؓ کی محبت کے نام پر پیدا شدہ طوفانِ بدتمیزی کے خلاف غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتا۔ شہداء کے اس مقدس خون کا ایک ایک قطرہ امتِ مسلمہ کو اپنے اندر انقلاب لانے کی دعوت دے رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اس جذبۂ ایمانی سے سرشار فرما دے۔ (آمین)

بقیہ : درس حدیث

اس کے مقابلہ میں لڑکی کتنی ہی بدصورت کیوں نہ ہو انتہائی غریب سی گھٹیا برادری سے تعلق رکھتی ہو مگر دیندار ہو تو اس سے نکاح کرو۔ ہاں اگر لڑکی امیر بھی ہو خوبصورت بھی ہو اونچی برادری کی ہو مگر دیندار ہو ظاہر بات ہے کہ اس کو دوسروں پر فوقیت ہو گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار لڑکی تلاش کرنے کے سلسلہ میں انتہائی محنت اور کوشش کرنے کا حکم دیا اور فرمایا حضرت ابوہریرہؓ کو کہ اتنی محنت کرو کہ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں یعنی اس کے اخراجات برداشت کرنے کے سلسلہ میں اگر تمہیں مزدوری کرنا پڑتی ہے تو کرو چنانچہ اس کی حکمت اگلی حدیث میں بیان فرمائی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل ہے۔ انہوں نے فرمایا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سب سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔

خلاصہ

ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ عورت اللہ پاک کی نعمتوں میں سے سب سے بہترین نعمت ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ نیک ہو ورنہ عذاب ہے۔

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

نام کتاب : اصلاح معاشرہ
مصنفہ : محترمہ بی بی ممتاز صاحبہ
قیمت : ۱۲ روپے
ملنے کے پتے : (۱) مکتبہ خدام الدین
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲- قاری محمد حبیب گنبدوالی مسجد جہلم
۳- محمد صدیق ارشد ، وکٹر انڈسٹریز
پسرور روڈ ڈسکہ

"اصلاح معاشرہ" محترمہ بی بی ممتاز صاحبہ جنہوں نے شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ سے کسب فیض کیا اور تربیت پائی ان کے دلی جذبات پر مشتمل ایک نصیحت آموز کتاب ہے۔ محترمہ مصنفہ اگرچہ تحریر کے انداز سے بالکل ناواقف ہیں اور کتاب میں بھی کوئی روانی ، موزونیت بظاہر نظر نہیں آتی۔ لیکن انہوں نے یہ جو کچھ بھی کیا اور لکھا بقول ان کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خواب میں ارشاد فرمایا۔ محترمہ مصنفہ اگرچہ مروجہ عبارت آرائی اور مرصع نگاری سے واقف نہیں لیکن یہ ان کے دلی درد کی ایک کتاب ہے اور اس میں عقائد و عبادات اور معاشرت سے متعلق بہت کام کی باتیں ہیں ــــ انشاء اللہ قارئین کو اس کا مطالعہ فائدہ دے گا۔

نام کتاب : ایرانی انقلاب - امام خمینی اور شیعیت۔
مصنف : مولانا محمد منظور نعمانی
صفحات : ۲۹۶
قیمت : ۲۱ روپے صرف
ملنے کا پتہ : سنی پبلی کیشنز ، الوہاب مارکیٹ اردو بازار لاہور

انقلاب اور اکھاڑ پچھاڑ اسی روز سے جاری ہے جب سے انسان نے عقل و شعور کی آنکھ کھولی دنیا میں حکومتوں کے تختے اُلٹنے اور نئی حکومتوں کے قیام کی تاریخ بھی قدیم حیثیت رکھتی ہے۔ ماضی قریب میں زارِ روس کا انقلاب ، انقلاب فرانس تاریخ کے اہم ابواب ہیں۔ علاوہ ازیں دنیا کے نقشے پر موجود مملکتوں میں آئے دن حکومتیں بدلتی اور انقلاب آتے رہتے ہیں لیکن ہمارے پڑوسی ملک ایران کے انقلاب کی تاریخ ان سب سے جدا اور انوکھی ہے۔ ایران کے تخت الٹنے کے بعد سے اب تک خمینی حکومت نے جو مذہب کے نام پر قائم ہوئی ہے عجیب و غریب داستانیں جنم لی ہیں۔ شراب اور منشیات پر پابندی کی مخالفت کی آڑ میں اہل سنت والجماعت مسلمانوں کا قتل عام۔ غیر ممالک کی حکومتوں کے سفراء سے اہانت آمیز سلوک اور افتراق بین المسلمین اس انقلابی حکومت کا طرۂ امتیاز ہے۔ عراق ، ایران جنگ میں جس قدر مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں مگر ایرانی انقلابی حکومت کے سربراہ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ وہ اپنی ہٹ دھرمی سے کسی طور باز آنے کو تیار نہیں۔ زیر نظر کتاب میں تحریف قرآن ، متعہ (زنا) کا جواز۔ ائمہ کی نامزدگی ، امام غائب کے بارے میں طلسماتی داستانیں ، تقیہ ، کتمان حق ، امامت و الوہیت ، عقیدہ رجعت اور کتاب کشف الاسرار کے خطرناک نتائج پر محقق العصر مولانا منظور نعمانی مدظلہ العالی نے تحقیقی انداز میں گفتگو کی ہے۔ اور نہایت شستہ ، عام فہم اور سلیس زبان استعمال کی ہے۔ سفید کاغذ ، عمدہ طباعت کے ساتھ واجبی قیمت پر یہ کتاب ہر قاری کو ضرور پڑھنی چاہیئے۔

نام کتاب : صحیح اسلامی واقعات
مصنف : حافظ عبدالشکور
قیمت : ۲۱ روپے
ملنے کا پتہ : سنی پبلی کیشنز ، الوہاب مارکیٹ
اردو بازار لاہور

آئندہ نسلوں کے صحیح مستقبل کے تعین کے لئے لازم ہے کہ ماضی کے اسلاف و اکابر کی زندگیوں کے عکس نسل نو کے سامنے رکھے جائیں۔ ان کی شاندار روایات ، بلند کردار ، اعلیٰ اخلاق اور عالی ظرفی کے واقعات کی عکاسی ان اذہان میں ہوتی رہے۔ نیکی کی طرف راغب کرنے والے احوال اور برائی سے متنفر کرنے والے واقعات بچوں کو سہل انداز میں سنانے اور پڑھانے اشد ضروری ہیں تاکہ بچپن سے ہی نیکی اور بدی کا امتیاز ذہن نشین ہو جائے۔

زیر نظر کتاب "صحیح اسلامی واقعات" میں مصنف موصوف نے اسی بات کی کامیاب کوشش کی ہے کہ ختم المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم سے لے کر صحابہ کرامؓ تک اور پھر اولیائے امت اور صلحاء امت کے واقعات کو دلنشین انداز میں جمع کیا ہے۔ کتاب کے کئی ابواب ہیں۔ پہلے باب میں نبی کریم علیہ السلام کے واقعات اور دوسرے باب میں خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبر رضؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے احوال ہیں تیسرے باب میں شوق شہادت کے واقعات کچھ اس انداز سے مذکور ہیں کہ ہر کس و ناکس کا جی چاہے کہ اسلام پر مرمٹے اور حیات جاودانی کے حصول میں کوشاں رہے ہر قصہ سبق آموز اور اسلامی رنگ پیدا کرنے والا ہے۔ کاغذ ولایتی کتابت وطباعت معیاری مجلد مع دو رنگا ڈسٹ کور۔ قارئین کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

بقیہ : فقہ حنفیہ

جو حدیث اور علوم نبوت سے کورا تھا (العیاذ باللہ)

اگر بالفرض والمحال یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حنفی فقہاء کے علاوہ دوسرے مذاہب کے جن دوسرے ائمہ نے بغیر کسی تعصب کے امام صاحبؒ کی مدح و توثیق کی ہے جن میں امام سیوطیؒ شافعی ، حافظ ابن حجر مکی شافعیؒ ، امام شافعیؒ ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شافعی ، امام نووی شافعیؒ ، امام غزالی شافعیؒ ، حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ ، علامہ یوسف عبدالہادی حنبلیؒ سرفہرست ہیں ، سب جاہل اور علم حدیث سے کورے تھے اور بقول امام ابن حجر مکیؒ جن لوگوں نے امام صاحب کی توثیق کی ہے وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے ان پر طعن[1] ([1] خیرات الحسان) کیا ہے۔ اس سے تو پوری امت اور اکابرین علم کی تجہیل لازم آتی ہے جبکہ ایسا ہونا خلاف واقعہ ، خلاف حقیقت اور باطل ہے۔

بچوں کا صفحہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

سیدہ صائمہ منصور، جماعت ششم، اسلام پورہ ، لاہور

بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آج کے اس مختصر سے مضمون میں بنو امیہ کے ایک ایسے خلیفہ کے متعلق بتلاؤں گی جن کی خلافت بعینہٖ خلافت راشدہ کی طرح تھی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ عبد الملک بن مروان کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے بہت ہی خدا ترس اور آخرت کے فکرمند تھے حالانکہ آج کل جسے بادشاہت یا کوئی بڑا عہدہ مل جاتا ہے وہ عیش و آرام کو اپنا حق سمجھنے لگتا ہے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ہرگز ایسے نہیں تھے۔ سیرت کی کتابوں میں ان کے عجیب غریب واقعات لکھے ہیں جب خلافت آپ کے سپرد کی گئی تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ مجھے اپنے متعلق آخرت کا بڑا خوف لگا ہوا ہے۔ آپ کی بیوی کا بیان ہے کہ لوگوں سے خلافت پر بیعت لینے کے بعد جب آپ گھر آئے تو آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ میں نے گھبرا کر پوچھا۔ خیر تو ہے؟ اس پر فرمایا۔ خیر کہاں میری گردن پر ساری امت کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ اب ڈر رہا ہوں کہ کہیں قیامت میں مجھ سے پرسش ہو جائے اور مجھ سے جواب نہ بنے۔ اسی فکر میں رو رہا ہوں۔"

بچو! دیکھا آپ نے پورے عرب کی بادشاہت مل گئی۔ لیکن اس کے بعد نہ کوئی فنکشن نہ کوئی پارٹی نہ کوئی خوشی و مسرت کا ہنگامہ بلکہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو رہی ہے اور رعایا کے متعلق قیامت کے دن کے پوچھ گچھ کے بارے میں کتنی فکر ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے زمانہ خلافت میں اپنی بیوی سے کہا کہ انگور کھانے کو جی چاہتا ہے تمہارے پاس کچھ پیسے ہوں تو دو تاکہ انگور لائیں۔ اہلیہ نے جواب دیا۔ میرے پاس تو کوڑی بھی نہیں ہے۔ آپ امیر المومنین ہیں۔ آپ کے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور خرید کر کھا لیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ میں دل میں انگوروں کی تمنا لے کر جانا چاہتا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ بیت المال کے پیسے سے انگور کھاؤں (جس میں سب مسلمانوں کا برابر حق ہے) اور کل جہنم کی زنجیروں میں جکڑا جاؤں۔

بچو! یہ ہے ایک ایسے امیر المومنین کی خدا ترسی جن کی تلوار کے آگے مصر و شام، فارس و روم، فلسطین و حجاز بلکہ سارا عرب سرنگوں ہے۔

آؤ بچو! سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی ایسی مثالیں قائم کرنے کی توفیق دیں اور اگر یہ قائم نہیں کر سکتے تو ان کے بدلے ایسے حکمران نصیب فرمائیں جو حضرت عمر بن عبد العزیز اور خلافت راشدہ کی حکومت کی طرح عادلانہ اور منصفانہ بنا سکیں - آمین!